

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد



کورس: اردو کا نثری انتخاب (6481)

NAME	
ID	
PROGRAM	
SEMESTER	SPRING 2025

0000



AIOU-MASTER-ACADMEY SERVECES

- SPECIAL ASSIGNMENTS
- THISES
- PROJECTS
- LESSON PLAN
- QUIZES SOLUTIONS
- KEY-BOOKS
- HANDWRITTEN ASSIGNMENTS
- PROJECTS 8613,8657& 8681

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے تمام
پروگرامز کی بکس، بیلپنگ بکس دستیاب ہیں۔
پورے پاکستان میں بوم ڈلیوری بھی دستیاب ہے

0304-9699108

<https://www.aioumasteracadmey.com>

clickforzkm@gmail.com



امتحانی مشق نمبر 1

سوال نمبر 1

فسانہ عجائب کے اسلوب پر مفصل نوٹ تحریر کریں۔

جواب:

"فسانہ عجائب" اردو نثر کی تاریخ میں ایک نہایت اہم تصنیف ہے جسے رج ب علی بیگ سرور (1787-1867ء) نے 1824ء کے قریب لکھنؤ میں تصنیف کیا۔ یہ داستان اس دور کے ادبی اور تہذیبی رجحانات کی عکاسی کرتی ہے، خاص طور پر لکھنؤ کے اسلوب اور وہاں کی نفاست پسندی کی۔ فورٹ ولیم کالج کی سلیس اور سادہ نثر کے رد عمل کے طور پر، "فسانہ عجائب" نے ایک ایسے طرز نگارش کو فروغ دیا جو پر تکلف،

رنگین اور مسجع و مقفی (قافیہ دار نثر) تھا۔ "فسانہ عجائب" کا اسلوب اس کی سب سے نمایاں خصوصیت ہے جس پر تفصیلی نوٹ درج ذیل ہے:

1. پر تکلف اور رنگین نثر:

"فسانہ عجائب" کا اسلوب نہایت پر تکلف اور رنگین ہے۔ سرور نے سادہ بیانیہ انداز اختیار کرنے کے بجائے جملوں کو خوبصورت بناؤ، الفاظ کو آراستہ کرنے اور بیان میں چاشنی پیدا کرنے پر زور دیا۔ ان کی نثر میں ایک طرح کی سجاوٹ اور بناوٹ پائی جاتی ہے جو قاری کو حیران کر دیتی ہے۔

2. مسجع و مقفی (Rhyming Prose):

اس اسلوب کی سب سے بڑی پہچان مسجع و مقفی ہوتی ہے۔ سرور نے جملوں کے آخر میں ہم آواز الفاظ (قافیہ) کا استعمال کرتے رکھا ہے۔ پوری داستان میں یہ انداز برقرار رکھا گیا ہے، جس سے نثر میں ایک طرح کا آہنگ اور نغمگی پیدا ہوتی ہے۔ یہ انداز اگرچہ کانوں کو بھلا لگتا ہے، لیکن بعض اوقات معنویت پر لفظی خوبصورتی غالب آ جاتی ہے۔

3. فارسیت اور عربیت کا غلبہ:

سرور نے اپنی نثر میں فارسی اور عربی کے ثقیل الفاظ، مشکل تراکیب اور فارسی روزمرہ کا بے دریغ استعمال کیا ہے۔ وہ ایسے الفاظ اور محاورات استعمال کرتے ہیں جو عام بول

چال میں رائج نہیں تھے، اور جنہیں سمجھنے کے لیے قاری کو لغت کا سہارا لینا پڑتا ہے۔
یہ فارسیت اس دور میں علمیت اور فصاحت کی علامت سمجھی جاتی تھی۔

4. طویل اور پیچیدہ جملے:

"فسانہ عجائب" کے جملے عموماً طویل اور پیچیدہ ہوتے ہیں۔ ایک ہی جملے میں کئی
ذیلی جملے اور فقرے شامل ہوتے ہیں، جس سے بات کو سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے۔
جملوں کی ساخت میں انگریزی نثر جیسی سادگی اور وضاحت نہیں۔

5. مبالغہ آرائی اور غیر فطری پن:

سرور کے بیان میں مبالغہ آرائی کثرت سے پائی جاتی ہے۔ وہ کسی منظر، کردار یا جذبے کو
بیان کرتے ہوئے حقیقت سے بہت دور چلے جاتے ہیں اور مافوق الفطرت عناصر کو بڑھا
چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ اس مبالغہ آرائی اور مسجع نگاری کی وجہ سے بیان میں غیر
فطری پن آ جاتا ہے۔

6. تفصیل اور جزئیات نگاری (مخصوص انداز):

اگرچہ سرور تفصیل اور جزئیات بیان کرتے ہیں، لیکن ان کی تفصیل میر امن یا بعد کے
ناول نگاروں جیسی حقیقی اور مادی نہیں۔ ان کی تفصیل زیادہ تر لفظی مرقع کشی اور
خوبصورت الفاظ کے استعمال پر مبنی ہوتی ہے۔

7. تشبیہات اور استعاروں کا کثرت سے استعمال:

نثر کو مزین کرنے کے لیے سرور نے تشبیہات، استعاروں، اور دیگر ادبی صنعتوں کا کثرت سے استعمال کیا ہے۔ یہ استعمال بعض اوقات اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ اصل مفہوم ان کے بوجھ تلے دب جاتا ہے۔

8. مکالموں کا اسلوب:

"فسانہ عجائب" میں مکالمے بھی اسی پر تکلف اور رنگین اسلوب میں ہیں۔ کردار عام لوگوں کی طرح بات نہیں کرتے بلکہ ان کی گفتگو بھی مسجع اور پرتصنع ہوتی ہے۔ اسلوب کی وجوہات اور اہمیت:

"فسانہ عجائب" کا یہ مخصوص اسلوب کئی وجوہات کا نتیجہ تھا:

- لکھنؤ کی تہذیب کا اثر: لکھنؤ کی تہذیب میں نفاس، تکلف اور ظاہری سجاوٹ کو اہمیت حاصل تھی۔ یہ ادبی اسلوب اسی تہذیبی مزاج کا عکاس تھا۔
- فورٹ ولیم کالج کے اسلوب کا رد عمل: فورٹ ولیم کالج نے میر امن جیسے ادیبوں کے ذریعے سادہ اور سلیس نثر کو فروغ دیا تھا، جس نے روایتی علماء کو ناخوش کیا۔ سرور کا اسلوب اس سادگی کے خلاف ایک طرح کا رد عمل تھا۔
- سرور کی ذاتی پسند: رج ب علی بیگ سرور خود اپنی علمیت اور زبان دانی کا مظاہرہ کرنا چاہتے تھے، اور یہ اسلوب ان کی قابلیت دکھانے کا ذریعہ تھا۔

"فسانہ عجائب" کا یہ اسلوب اگرچہ آج کے دور میں مشکل اور غیر فطری معلوم ہوتا ہے، لیکن اردو نثر کے ارتقاء میں اس کی تاریخی اہمیت ہے۔ یہ اس دور کے ادبی ذوق اور لکھنؤ کے مخصوص رنگ کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اردو نثر سادگی کی طرف سفر کرنے سے پہلے ایک پر تکلف اور مسجع دور سے بھی گزری ہے۔

خلاصہ:

"فسانہ عجائب" کا اسلوب پر تکلف، رنگین، مسجع و مقفی، فارسی آمیز، اور طویل جملوں والا ہے۔ یہ لکھنؤ کی تہذیب اور فورٹ ولیم کالج کی سلیبس نثر کے رد عمل کا نتیجہ تھا۔ اگرچہ یہ اسلوب آج مقبول نہیں، لیکن اردو نثر کے ارتقاء اور لکھنؤ کے ادبی ذوق کو سمجھنے کے لیے "فسانہ عجائب" اور اس کا اسلوب نہایت اہم ہیں۔



سوال نمبر 2

امراوجان ادا کا تنقیدی جائزہ پیش کریں۔

جواب:

"امراؤ جان ادا" مرزا محمد ہادی رسوا (1857-1931ء) کا مشہور زمانہ ناول ہے جو 1899ء میں شائع ہوا۔ اسے اردو کا پہلا حقیقی اور مکمل ناول تسلیم کیا جاتا ہے، بالخصوص اس کی حقیقت نگاری، کردار نگاری اور بیانیہ فن کے اعتبار سے۔ یہ ناول لکھنؤ کی زوال پذیر طوائف کی زندگی اور اس دور کی معاشرت کا ایسا مرقع پیش کرتا ہے جس کی مثال اردو ادب میں کم ملتی ہے۔ "امراؤ جان ادا" کا تنقیدی جائزہ درج ذیل ہے:



1. موضوع اور پس منظر:

ناول کا موضوع لکھنؤ کی ایک طوائف، امراؤ جان ادا، کی زندگی کی داستان ہے۔ یہ داستان اس دور کے لکھنؤ کی زوال پذیر تہذیب، وہاں کی کوٹھے والیوں کی زندگی، ان کے رسم و رواج، اور ان کے مسائل کو پیش کرتی ہے۔ ناول کا پس منظر 1857ء سے پہلے اور بعد کا لکھنؤ ہے۔ رسوا نے ایک طوائف کی آنکھوں سے اس دور کی سماجی حقیقتوں اور انسانی تعلقات کو دکھایا ہے۔

2. حقیقت نگاری:

"امراؤ جان ادا" کی سب سے بڑی خوبی اس کی حقیقت نگاری ہے۔ رسوا نے طوائفوں کی زندگی کو رومانی یا اخلاقی نقطہ نظر سے دیکھنے کے بجائے اسے حقیقت پسندانہ انداز میں پیش کیا۔ انہوں نے اس پیشے سے وابستہ خواتین کے مسائل، ان کی مجبوریاں، ان کے تعلقات، اور ان کے احساسات کو سچائی کے ساتھ دکھایا۔ ناول میں اس دور کے لکھنؤ

کی معاشرت، تہذیب، محفلوں اور گلی کوچوں کی حقیقت پسندانہ تصویر کشی کی گئی ہے۔

3. کردار نگاری:

ناول کا مرکزی کردار امراؤ جان ادا اردو ادب کے چند یادگار کرداروں میں سے ہے۔ وہ ایک پیچیدہ، ذہین، باوقار، اور حالات کے ستم کا مقابلہ کرنے والی عورت ہے۔ رسوا نے امراؤ جان کے جذبات، نفسیات، اور مختلف حالات میں اس کے رد عمل کو بڑی گہرائی اور فنکاری سے پیش کیا ہے۔ امراؤ جان صرف ایک طوائف نہیں، بلکہ وہ اس معاشرے کی مظلوم عورت کی علامت بھی ہے۔ دیگر کردار، جیسے خان صاحب، بوعلی، فیض علی، اور گھر مرزا بھی جاندار اور حقیقت کے قریب ہیں۔

4. بیانیہ تکنیک:

ناول ایک طرح سے خود نوشت سوانح عمری کے انداز میں لکھا گیا ہے۔ امراؤ جان اپنی کہانی مرزا رسوا کو سناتی ہے، اور رسوا اسے قلم بند کرتے ہیں۔ یہ تکنیک ناول میں اعتبار (credibility) اور گہرائی پیدا کرتی ہے۔ فاری امراؤ جان کی زبانی اس کی زندگی کے تجربات، احساسات اور نقطہ نظر سے واقف ہوتا ہے۔

5. زبان اور اسلوب:

رسوا کا اسلوب سادہ، سلیس اور رواں ہے۔ یہ اسلوب داستانوں کے پر تکلف اسلوب سے بالکل مختلف ہے۔ ناول کی زبان لکھنؤ کی اس دور کی بول چال اور محاورے کے قریب ہے۔ مکالمے فطری اور کرداروں کے مطابق ہیں۔ ناول میں غزلوں اور ٹھمریوں کا استعمال بھی کیا گیا ہے جو اس دور کی ثقافت کا حصہ تھیں۔

6. سماجی اور تہذیبی مرقع:

"امراؤ جان ادا" محض ایک فرد کی کہانی نہیں، بلکہ یہ لکھنؤ کی زوال پذیر مسلم معاشرت کا ایک وسیع اور گہرا مرقع ہے۔ ناول کے ذریعے ہمیں اس دور کے رسم و رواج، محفلوں، موسیقی، شاعری اور عام لوگوں کی زندگی کا اندازہ ہوتا ہے۔

7. پلاٹ:

ناول کا پلاٹ واقعات کے تسلسلے میں پیش ہے جو امراؤ جان کی زندگی میں پیش آئے۔ یہ پلاٹ قصبے سے اغوا، لکھنؤ میں تربیت، کوٹھ کی زندگی، مختلف لوگوں سے تعلقات، اور آخر میں وطن واپسی کی ناکام کوشش جیسے واقعات پر مشتمل ہے۔ پلاٹ میں بعض مقامات پر ڈھیلا پن یا اتفاقات بھی ہیں، جو اس دور کے ناولوں میں عام تھے۔

8. فنی محاسن:

رسوا نے ناول میں منظر کشی، جزئیات نگاری اور نفسیاتی تحلیل میں مہارت دکھائی ہے۔ وہ کرداروں کے جذبات اور ان کے رویوں کے پیچھے کارفرما نفسیاتی عوامل کو بھی بیان کرتے ہیں۔

تنقید:

بعض ناقدین نے ناول پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس میں طوائف کی زندگی کو کچھ حد تک رومانی بنا کر پیش کیا گیا ہے اور اس پیشے کے تاریک ترین پہلوؤں کو شاید مکمل طور پر اجاگر نہیں کیا گیا۔ بعض جگہ پلاٹ کا ڈھیلا پن بھی محسوس ہوتا ہے۔

اثرات اور اہمیت:

"امراؤ جان ادا" اردو ناول کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے اردو ناول کو داستان کی روایت سے نکال کر حقیقت نگاری کی طرف گامزن کیا۔ اس نے کردار نگاری اور بیانیہ فن کے نئے معیار قائم کیے۔ اس ناول نے بعد کے ناول نگاروں کے لیے راہ ہموار کی اور آج بھی اسے اردو کے چند عظیم ترین ناولوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

خلاصہ:

مرزا ہادی رسوا کا ناول "امراؤ جان ادا" اردو ادب کا ایک شاہکار ہے۔ یہ اپنی حقیقت نگاری، جاندار کردار نگاری، خوبصورت اسلوب، اور لکھنؤ کی زوال پذیر تہذیب کی عکاسی کی بنا پر ممتاز ہے۔ امراؤ جان ادا کا کردار اردو ادب کے یادگار کرداروں میں سے

ہے۔ یہ ناول اردو فکشن کی تاریخ میں ایک اہم موڑ اور حقیقت پسندانہ ناول نگاری کا نقطہ آغاز ہے۔



سوال نمبر 3

احمد ندیم قاسمی بطور افسانہ نگار، مضمون قلم بند کریں۔

جواب:

احمد ندیم قاسمی (1916-2006ء) اردو کے صف اول کے افسانہ نگاروں میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے ایک طویل عرصے تک اردو افسانے کے ارتقاء میں اہم کردار ادا کیا۔ قاسمی بنیادی طور پر ترقی پسند تحریک سے وابستہ رہے، لیکن ان کا فن کسی مخصوص نظریے کی تنگنائے میں قید نہیں رہا۔ ان کے افسانوں میں ترقی پسند خیالات کے ساتھ ساتھ انسانی ہمدردی، رومانیت، نفسیاتی گہرائی اور دیہی زندگی کی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔ احمد ندیم قاسمی بطور افسانہ نگار درج ذیل خصوصیات کے حامل ہیں:

1. دیہی زندگی کی عکاسی:

احمد ندیم قاسمی کا سب سے بڑا کمال دیہی زندگی کی حقیقت پسندانہ اور گہری عکاسی ہے۔ وہ پنجاب کے دیہات، وہاں کے رہنے والے سادہ لوح لوگ، ان کے رسم و رواج، ان کے دکھ سکھ، اور ان کے مسائل سے گہری واقفیت رکھتے تھے۔ ان کے افسانوں میں گاؤں کا ماحول، کھیت کھلیان، کچے مکانات اور وہاں کے باسیوں کی نفسیات جیتی جاگتی تصویروں کی صورت میں ابھرتے ہیں۔ کسانوں کی غربت، جاگیرداروں کا ظلم، اور دیہی زندگی کی جدوجہد ان کے افسانوں کے نمایاں موضوعات ہیں۔ ان کے افسانے "کپاس کا پھول"، "سناٹا"، "نیلا پتھر" دیہی زندگی کی بہترین مثالیں ہیں۔

2. انسانی ہمدردی اور عظمت:

قاسمی کے افسانوں کا بنیادی عنصر انسانی ہمدردی ہے۔ وہ اپنے کرداروں، خاص طور پر غریبوں، کسانوں اور مظلوموں کے لیے گہری ہمدردی رکھتے ہیں۔ وہ انسان کی عظمت، اس کی شرافت اور مشکلات میں بھی اس کے حوصلہ کو جاگرتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں انسان دوستی کا جذبہ نمایاں ہے۔

3. ترقی پسند خیالات اور سماجی شعور:

ترقی پسند تحریک سے وابستگی کی وجہ سے ان کے افسانوں میں سماجی شعور اور اصلاحی پہلو نمایاں ہے۔ وہ طبقاتی تفریق، غربت، ناانصافی اور استحصال کی مذمت کرتے ہیں۔ وہ سماجی تبدیلی کے خواہاں نظر آتے ہیں، لیکن ان کا انداز نعرے بازی والا نہیں بلکہ فنی اور مؤثر ہوتا ہے۔

4. رومانیت اور حقیقت پسندی کا امتزاج:

قاسمی کے افسانوں میں حقیقت نگاری کے ساتھ ساتھ رومانیت کا بھی ایک عنصر پایا جاتا ہے۔ وہ محبت، رشتوں کی پاکیزگی اور جذبات کی خوبصورتی کو بھی بیان کرتے ہیں۔ یہ رومانیت خشک حقیقت نگاری کو دلکش بنا دیتی ہے۔

5. کردار نگاری:

ان کے افسانوں کے کردار عام زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ ان کرداروں کی نفسیات، ان کے احساسات اور ان کے رویوں کو بڑی خوبی سے بیان کرتے ہیں۔ ان کے کردار سادہ ہوتے ہوئے بھی گہرائی رکھتے ہیں۔ خاص طور پر ان کے نفسائی کردار (جیسے "کپاس کا پھول" کی لڑکی) بہت جاندار اور یادگار ہیں۔

6. اسلوب:

قاسمی کا اسلوب سادہ، رواں اور پرتاثر ہے۔ ان کی زبان صاف اور شستہ ہے۔ وہ کہانی کو دلچسپ انداز میں آگے بڑھاتے ہیں۔ ان کے جملے چھوٹے اور واضح ہوتے ہیں۔ وہ تمثیلی انداز بھی اختیار کرتے ہیں، لیکن وہ قاری کی سمجھ سے بالا نہیں ہوتا۔ ان کی زبان میں مقامی رنگ بھی جھلکتا ہے، جو دیہی ماحول کی عکاسی کے لیے ضروری ہے۔

7. موضوعات کا تنوع:

دیہی زندگی کے علاوہ، قاسمی نے شہری زندگی، محبت، نفرت، انسانی رشتے، اخلاقی مسائل اور تقسیم ہند کے اثرات جیسے موضوعات پر بھی افسانے لکھے۔ تاہم، دیہی زندگی ان کی پہچان بنی۔

8. علامتی رنگ:

بعض اوقات ان کے افسانوں میں علامتی رنگ بھی پایا جاتا ہے، جس کے ذریعے وہ اپنی بات کو زیادہ گہرائی اور وسعت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔



اہم افسانوی مجموعے:

ان کے مشہور افسانوی مجموعوں میں "آبلہ پوش"، "گرداب"، "نیلا پتھر"، "بگولے"، "سناٹا"، "کپاس کا پھول"، "آس پاس" وغیرہ شامل ہیں۔

خلاصہ:

احمد ندیم قاسمی اردو افسانے کے ایک اہم ستون ہیں۔ انہوں نے ترقی پسند خیالات کو انسانی ہمدردی اور فنکارانہ اظہار کے ساتھ ملا کر پیش کیا۔ دیہی زندگی کی عکاسی، انسانی عظمت کا بیان، سماجی شعور، اور سادگی ان کے افسانوں کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ان کے افسانے اردو ادب کا قیمتی اثاثہ ہیں اور انہیں ہمیشہ ایک اہم افسانہ نگار کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔

سوال نمبر 4

ڈرامے کے آغاز وارتقا اور اقسام پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

ڈراما (Drama) ادب کی ایک قدیم اور دلچسپ صنف ہے جس کا مقصد کہانی کو کرداروں کے مکالموں اور عمل کے ذریعے اسٹیج پر پیش کرنا ہے۔ ڈراما زندگی کی نقل ہے اور یہ معاشرت، انسانی فطرت اور حالات کی عکاسی کا ایک طاقتور ذریعہ ہے۔

ڈرامے کا آغاز:

- دنیا بھر میں ڈرامے کی روایت بہت پرانی ہے۔
- مغربی روایت: مغربی دنیا میں ڈرامے کا آغاز قدیم یونان میں مذہبی رسومات اور تہواروں سے ہوا۔ تھیسپس کو پہلا اداکار اور ایسکیلوس کو ٹریجڈی کا بانی مانا جاتا ہے۔ یونانی ڈرامے (ٹریجڈی اور کامیڈی) نے مغربی ادب پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ روم، نشاۃ ثانیہ کے یورپ (شیکسپیئر) اور جدید دور میں یہ روایت پھلتی پھولتی رہی۔
- ہندوستانی روایت: برصغیر میں بھی ڈرامے یا تھیٹر کی روایت بہت قدیم ہے۔ سنسکرت ڈراما اپنے عروج پر پہنچا جس میں کالی داس جیسے ڈراما نگاروں نے شاہکار تخلیق کیے۔

اس کے علاوہ، ہندوستان میں لوک ناٹک، سوانگ، نقال، رس لیلہ، اور دیگر مقامی تھیٹر کی شکلیں مختلف علاقوں میں رائج تھیں۔

اردو میں ڈرامے کا ارتقاء:

اردو میں ڈرامے کا باقاعدہ آغاز نسبتاً جدید ہے۔

- ابتدائی شکلیں: اردو سے پہلے کے ادوار میں عوامی تفریح کے لیے سوانگ اور نقال جیسے مظاہر موجود تھے جن میں ڈرامائی عناصر پائے جاتے تھے۔
- اندر سبھا: اردو کا پہلا باقاعدہ ڈراما اودھ کے آخری نواب واجد علی شاہ کے دربار میں آغا حسن امانت لکھنوی کا لکھا ہوا "اندر سبھا" (1855ء) مانا جاتا ہے۔ یہ ایک منظوم اور اوپرا نما ڈراما تھا جس میں رقص، موسیقی اور منظر آرٹ پر زور تھا۔ اس کا پلاٹ سادہ اور کردار زیادہ تر علامتی تھے۔ اس میں ادبی گہرائی کم تھی لیکن یہ عوامی سطح پر بہت مقبول ہوا۔
- پارسی تھیٹر: 19ویں صدی کے اواخر اور 20ویں صدی کے اوائل میں پارسی تھیٹر کمپنیوں کا عروج ہوا۔ یہ کمپنیاں تجارتی بنیادوں پر ڈرامے پیش کرتی تھیں اور پورے برصغیر میں ان کے شو ہوتے تھے۔ پارسی تھیٹر نے اردو ڈرامے کو عوامی مقبولیت دی، لیکن ان کے ڈراموں میں زیادہ تر سنسنی خیزی، مافوق الفطرت واقعات، موسیقی اور رقص شامل ہوتا تھا۔ ادبی اور فنی معیار بلند نہیں تھا۔ آغا حشر کاشمیری (1879-

1935ء) پارسی تھیٹر کے سب سے مشہور ڈراما نگار تھے جنہوں نے ہندو اور مسلم تاریخ اور دیومالا سے موضوعات لیے۔

• ادبی ڈراما: 20 ویں صدی کے آغاز میں مغربی ڈرامے کے اثر سے اردو میں ادبی اور حقیقت پسندانہ ڈرامے لکھنے کا رجحان پیدا ہوا۔ ایسے ڈرامے اسٹیج پر پیش کرنے کے ساتھ ساتھ پڑھنے کے لیے بھی لکھے گئے۔ امتیاز علی تاج (1900-1970ء) کا ڈراما "انارکلی" (1922ء) اس دور کا ایک اہم سنگ میل ہے۔ یہ تاریخی موضوع پر مبنی تھا اور اس میں کردار نگاری، مکالمے اور فنی پختگی پر زور دیا گیا۔ اس کے بعد محمد حسن عسکری، میر کرم شاہ، اور دیگر نے ادبی ڈرامے لکھے۔

• ترقی پسند تحریک کا اثر: ترقی پسند تحریک نے اردو ڈرامے کو سماجی اور سیاسی مسائل سے روشناس کرایا۔ ظلم، استبداد، غربت اور طبقاتی کشمکش جیسے موضوعات ڈراموں میں شامل ہوئے۔ سجاد ظہر، کرشن چندر اور خواجہ احمد عباس نے اس سلسلے میں کام کیا۔ صفدر راشدی جیسے فنکاروں نے عوامی اور سڑک تھیٹر کو فروغ دیا جو براہ راست سماجی تبدیلی کا ذریعہ تھا۔

• ریڈیو اور ٹیلی ویژن ڈراما: پاکستان بننے کے بعد ریڈیو اور پھر ٹیلی ویژن نے اردو ڈرامے کے فروغ میں غیر معمولی کردار ادا کیا۔ ریڈیو ڈرامے نے آواز اور مکالمے پر زور دیا، جبکہ ٹیلی ویژن ڈرامے نے بصری عناصر کو شامل کیا۔ ان میڈیمز کے ذریعے ڈراما عوام کے گھروں تک پہنچا اور اسے بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ اشفاق احمد، بانو قدسیہ، کمال احمد

- رضوی، منو بھائی، فاطمہ ثریا بجیا، حسینہ معین، انور مقصود اور نور الہدیٰ شاہ جیسے بے شمار ڈراما نگاروں نے ٹی وی کے لیے لازوال ڈرامے تخلیق کیے۔
- جدید تھیٹر: آج کل بھی اردو میں اسٹیج ڈرامے لکھے اور پیش کیے جا رہے ہیں، جن میں نئے تجربات کیے جا رہے ہیں۔

ڈرامے کی اقسام:

ڈرامے کو مختلف بنیادوں پر کئی اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

1. موضوع یا مزاج کے لحاظ سے:
 - ٹریجڈی (المیہ): ایسا ڈراما جس کا انجام دکھ، موت یا تباہی ہو۔ ہیرو حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے ناکام ہو جاتا ہے۔ (جیسے انارکلی کا انجام المیہ ہے)۔
 - کامیڈی (طربیہ): ایسا ڈراما جس کا انجام خوشگوار ہو اور جس میں مزاحیہ عناصر ہوں۔ اس کا مقصد ہنسانا اور تفریح فراہم کرنا ہے۔
 - ٹریجی کامیڈی (طربیہ المیہ): ایسا ڈراما جس میں المیہ اور کامیڈی کے عناصر ملے جلے ہوں اور انجام تلخ و شیریں ہو۔
 - فارس (Farce): کامیڈی کی ایک قسم جس میں صورت حال اور کرداروں کو مضحکہ خیز بنانے کے لیے مبالغہ اور غیر حقیقی پن بہت زیادہ ہو۔
2. موضوع کے لحاظ سے:
 - سماجی ڈراما: معاشرتی مسائل، رسم و رواج اور انسانی تعلقات کا بیان۔



- تاریخی ڈراما: تاریخی واقعات یا شخصیات پر مبنی۔
- نفسیاتی ڈراما: کرداروں کی داخلی کشمکش اور نفسیات کا بیان۔
- مسئلہ ڈراما (Problem Play): کسی خاص سماجی یا اخلاقی مسئلے کو پیش کرنا اور اس پر بحث کرنا۔

3. ہیئت کے لحاظ سے:

- منظوم ڈراما: جو شاعری میں لکھا گیا ہو۔
- منثور ڈراما: جو نثر میں لکھا گیا ہو۔
- 4. طوالت کے لحاظ سے:
- مکمل ڈراما (Full-length Play): عموماً تین یا زیادہ ایکٹ (Act) پر مشتمل۔
- ایک بابی ڈراما (One-Act Play): جو صرف ایک ایکٹ پر مشتمل ہو اور مختصر ہو۔
- 5. میڈیم کے لحاظ سے:

○ اسٹیج ڈراما

○ ریڈیو ڈراما

○ ٹیلی ویژن ڈراما

خلاصہ:

ڈراما ایک زندہ اور فعال صنف ہے۔ اردو میں اس کا باقاعدہ آغاز نسبتاً تاخیر سے ہوا، لیکن پارسی تھیٹر، ادبی ڈرامے کی تحریک، اور پھر ریڈیو و ٹیلی ویژن کے ذریعے اسے غیر

معمولی ارتقاء اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ ڈرامے کی مختلف اقسام ہیں جو موضوع، مزاج، ہیئت اور میڈیم کے لحاظ سے متعین ہوتی ہیں۔ ڈراما معاشرے کی عکاسی، تفریح اور ابلاغ کا ایک طاقتور ذریعہ ہے۔



سوال نمبر 5

اردو میں خاکہ نگاری کی روایت پر مفصل نوٹ تحریر کریں۔

اردو میں خاکہ نگاری کی روایت پر مفصل نوٹ تحریر کریں۔

جواب:

خاکہ نگاری (Sketch Writing) اردو نثر کی ایک مقبول اور نسبتاً جدید صنف ہے جس میں کسی حقیقی شخصیت کا مختصر، دلچسپ اور فنی مرقع پیش کیا جاتا ہے۔ خاکہ نگار کسی شخصیت کے ظاہری حلیے، عادات و اطوار، مزاج، گفتگو کے انداز اور اس کی انفرادیت کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ قاری کے ذہن میں اس کی ایک واضح تصویر ابھر

آئے۔ خاکہ مکمل سوانح عمری نہیں ہوتا، بلکہ یہ شخصیت کے چند نمایاں اور دلچسپ پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے۔

خاکہ نگاری کا مفہوم اور خصوصیات:

خاکہ کسی شخص کا "قلمی پورٹریٹ" ہے۔ یہ مصنف کے ذاتی مشاہدے، تاثر اور اکثر موضوع سے ذاتی تعلق پر مبنی ہوتا ہے۔ ایک اچھے خاکے کی خصوصیات میں شامل ہیں:

- اختصار: خاکہ طویل نہیں ہوتا۔
- شخصیت پر توجہ: بنیادی focus شخص کی ذات اور اس کی انفرادیت پر ہوتا ہے۔
- حقیقت نگاری: خاکہ نگار کو سچائی اور ایمانداری سے کام لینا چاہیے۔
- تاثراتی اور شخصی: یہ مصنف کے ذاتی تاثرات اور نقطہ نظر کی عکاسی کرتا ہے۔
- شگفتگی اور دلچسپی: خاکے کا انداز صومنا رواں، دلچسپ اور ہلکا پھلکا ہوتا ہے۔ مزاح کا عنصر بھی شامل ہو سکتا ہے۔
- مکمل تصویر کا تاثر: مختصر ہونے کے باوجود قاری کو شخصیت کا ایک مکمل اور جیتا جاگتا تاثر ملنا چاہیے۔

اردو میں خاکہ نگاری کی روایت اور ارتقاء:

اردو میں خاکہ نگاری کی روایت براہ راست مغربی ادب سے متاثر ہے۔ پرانے تذکروں اور سوانح عمریوں میں اگرچہ شخصیات کا ذکر ملتا ہے، لیکن ان میں خاکہ نگاری کا فنی رنگ کم ہے۔

• ابتدائی نقوش: محمد حسین آزاد کی "آب حیات" میں شامل شعراء کے تذکروں اور ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے بعض مضامین میں شخصیات کے بارے میں جو بیانات ملتے ہیں، انہیں خاکہ نگاری کے ابتدائی نقوش کہا جاسکتا ہے، لیکن یہ باقاعدہ صنف کی شکل نہیں تھی۔

• باقاعدہ آغاز: مرزا فرحت اللہ بیگ: اردو میں باقاعدہ خاکہ نگاری کا آغاز اور اس صنف کو فنی بنیاد فراہم کرنے کا سہرا مرزا فرحت اللہ بیگ (1883-1947ء) کے سر ہے۔ ان کا مضمون "ڈپٹی نذیر احمد دہلوی مرحوم کی کہانی کچھ ان کی کچھ میری زبانی" (1927ء) اردو کا پہلا اور ایک نہایت کامیاب خاکہ مانا جاتا ہے۔ فرحت اللہ بیگ کا اسلوب سادہ، پرمزاح اور جاندار تھا، اور وہ چھوٹی چھوٹی باتوں اور واقعات کے ذریعے شخصیت کو زندہ کر دیتے تھے۔

• مولوی عبد الحق: بابائے اردو مولوی عبد الحق (1870-1961ء) نے بھی متعدد ادبی اور علمی شخصیات کے خاکے لکھے۔ ان کے خاکے زیادہ تر تعریفی نوعیت کے ہیں اور ان میں عقیدت کا رنگ نمایاں ہے۔ ان کا اسلوب فرحت اللہ بیگ سے زیادہ سنجیدہ ہے، لیکن وہ شخصیت کی نمایاں خصوصیات کو کامیابی سے پیش کرتے ہیں۔

• راشد احمد صدیقی: راشد احمد صدیقی (1898-1977ء) نے اپنی مزاح نگاری اور تنقید کے ساتھ ساتھ خاکہ نگاری میں بھی نام پیدا کیا۔ انہوں نے خاص طور پر علی گڑھ کے ماحول سے وابستہ ادبی شخصیات کے خاکے لکھے۔ ان کے خاکوں میں ذہانت، شوخی اور ایک خاص علمی و ادبی رنگ ہوتا ہے۔

• عصمت چغتائی: عصمت چغتائی (1915-1991ء) نے اپنے ہم عصر ادیبوں کے بے باک اور حقیقت پسندانہ خاکے لکھے۔ ان کے خاکوں میں نفسیاتی گہرائی اور سماجی شعور پایا جاتا ہے۔ انہوں نے شخصیت کے ظاہر کے ساتھ ساتھ اس کے باطن کو بھی کھینچنے کی کوشش کی۔ منٹو اور بیدی پر لکھے گئے ان کے خاکے بہت مشہور ہیں۔

• سعادت حسن منٹو: سعادت حسن منٹو (1912-1955ء) نے بھی "گنچے فرشتے" کے نام سے مشہور شخصیات کے خاکے لکھے۔ ان کے خاکے منٹو کے مخصوص انداز کی طرح تیکھے، بے لاگ اور بعض اوقات چرنکا دیے والے ہوتے ہیں۔

• دیگر اہم خاکہ نگار: ان کے علاوہ بھی کئی ادیبوں نے خاکہ نگاری کی روایت کو آگے بڑھایا، جن میں شاہد احمد دہلوی، مجتبیٰ حسین، کمال لال کپور (مزاحیہ خاکے)، چراغ حسن حسرت، اور جدید دور کے کئی لکھاری شامل ہیں۔ ہر خاکہ نگار نے اپنے اسلوب اور نقطہ نظر کے مطابق اس صنف میں اضافہ کیا۔

خاکہ نگاری کی اہمیت:

خاکہ نگاری کی صنف اردو ادب میں کئی اعتبار سے اہم ہے:

• شخصیات کا تعارف: خاکوں کے ذریعے ہم ادبی، علمی اور سماجی شخصیات کی زندگی کے دلچسپ اور انوکھے پہلوؤں سے واقف ہوتے ہیں جو رسمی سوانح عمریوں میں عموماً نہیں ملتے۔

• تاریخ اور معاشرت کی عکاسی: خاکے اپنے دور کی تہذیب، معاشرت اور ادبی ماحول کی جھلک پیش کرتے ہیں۔

• ادبی قدر و قیمت: اچھے خاکے اپنی زبان، اسلوب اور فنی خوبیوں کی بنا پر ادبی قدر رکھتے ہیں۔

• انسانی پہلوؤں کو اجاگر کرنا: خاکے کسی شخصیت کو محض ایک نام یا عہدے کے بجائے ایک مکمل انسان کے طور پر پیش کرتے ہیں۔





AIOU-MASTER-ACADMEY SERVICE

- Special Assignments
- Handwriting Assignments
- Theses
- Projects
- Lesson plans
- Aiou all Books guide
- Quiz 30/30

BOOK ORDER

WHATSAPP 03049699108

RESEARCH PROJECT

8613, 8675,&81

ASSIGNMENTS

- ✍️ MATRIC
- ✍️ FA, ICOM
- ✍️ BA, B.COM
- ✍️ AD ALL PROGRAMS
- ✍️ ADE
- ✍️ B.ED
- ✍️ BS ALL PROGRAMS
- ✍️ BBA
- ✍️ MASTER ALL PROGRAMS



اس کے علاوہ سپیشل اسٹمنٹ آرڈر
پر تیار کی جاتی ہیں

PLACE ORDER
03049699108

